* محمد زبیر خان

سندھ و پنجاب کی صوفیانہ شاعری میں فکری مماثلت: بلھے شاہ، شاہ عبداللطیف بھٹائی کے حوالے سے

Abstract:

The rich literary heritage of the major indigenous languages of Pakistan has wonderful classical poetry, created by many great sufi's of the pre-modern period, dating from mediaeval times down to the late nineteenth century. All these sufi's had promoted the message of peace, love, tolerance and harmony in their classical poetry. In this article i have discussed only two examples of i.e Baba Bulleh Shah (1680-1757) and Shah Adul Latif Bhittai (1689-1752) from two different cultures. Shah Latif and Baba Bulleh Shah both has showed their deep concerns and sorrows for social injustice and sufferings of common man. All the two Sufi poets are the messenger of love and harmony. Both Sufies consistently preached message of unity, peace, tolerance, and love. Poetry of both Sufi's is the best lesson against hatred and intolerance and have a source of awakness against typical ideas.

***Keywords**: Sindh, Punjab, mystic tradition, similarities, Bullah Shah, Shah Abdul Latif Bhitai, poetry*

پاکستان میں بولی جانے والی تمام زبانوں میں شاعری کا آغاز تصوف کی گود میں ہوا۔ تمام صوفیائے کرام نے اپنی تعلیمات کو دلچسپ اور موثر بنانے کیلئے شاعری کا سہارا لیا۔ انہوں نے براہ راست وعظ و نصیحت کرنے کی بجائے اشعار کے دلچسپ پیرائے میں مذہبی عقائد، نظریات، نیکی کی تعلیم، انسان دوستی، امن، بھائی چارہ، انسانی ہمدردی، رواداری اور برداشت کا درس دیا۔

جغرافیائی تاریخ اور ثقافتی لحاظ سے سرزمین پاکستان دنیا کے قدیم ترین خطوں میں شمار ہوتی ہے اور یہاں پر بولی جانے والی تمام زبانیں جو عرصہ سے بولی جارہی ہیں۔ ان تمام زبانوں کا اپنا مزاج، اپنا لہجہ، اپنا انداز، اپنے خدوخال اور ہئیت ترکیبی ہیں۔ یہ سب زبانیں اس سرزمین پاک کی عظیم میراث ہیں۔ ان میں سندھی، بلوچی، پنجابی، پشتو، سرائیکی، براہوی، کشمیری، گوجری، پہاڑی، ہندکو، بلتی وشنا اور شمالی علاقہ جات کی دیگر زبانیں بھی شامل ہیں۔ ان تمام زبانوں کا اپنا الگ روپ، اپنا اپنا رنگ اور خوشبو ہے۔ ادبیات پاکستان عالمی ادب کی طرح ارفع واعلیٰ ہے۔

اس سرزمین نے مختلف صوبوں، خطوں، وادیوں اور کہساروں میں ایسے جلیل القدر اور ذی مرتبت شعراء اور ادیب پیدا کئے جو اپنے خیالات کی پنہائیوں، تجربات کی بوقلمونیوں، مشاہدات کی وسعتوں اور فن کی عظمتوں کی بدولت تمام انسانوں کیلئے مینارہ نور کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ تمام لوگ اپنے اپنے زمانے کے ترجمان تھے۔مضطرب دلوں کے لئے منبع سکون وراحت تھے۔

بیقرار روحوں کی تسکین کا سامان تھے یہ اپنی گراں مایہ تحریروں کے ذریعہ ہر دور میں انسان کی سربلندی اور عظمت کو اجاگر کرتے رہے۔ احترام آدمیت اور انسان دوستی، امن وآشتی اور برداشت ان سب کا مطمع نظر تھا۔خلوص ومحبت کے سب پر چارک تھے۔ظلم وتشدد سے نفرت ان سب کا مشن تھا۔ روحانی اور اخلاقی اقدار کو سربلند کرنے کے لئے پاکستانی زبانوں کے تمام کلاسیکی ادبا، شعرا سرگرم عمل رہے ہیں۔

گویا ان سب کی منزل ایک تھی یعنی محبت، خلوص، امن وآشتی، انسان دوستی، اخلاقی سربلندی اور روحانی پاکیزگی۔ اس پس منظر کو سامنے رکھتے ہوئے جب ہم پاکستان کی صوفیانہ شاعری پر نظر ڈالتے ہیں ہمیں پنجابی زبان کے بابا فرید، بابا بلھے شاہ، شاہ حسین اور سندھی زبان کے شاہ عبداللطیف بھٹائی، سچل سرمست، پشتو زبان کے رحمٰن بابا، براہوی کے تاج محمد تاجل، بلوچی کے مست توکلی، کشمیری زبان کے شیخ نورالدین ولی جیسے صوفی شعرا ملتے ہیں۔ یہ وہ تمام صوفی شعرا ہیں جنھوں نے اپنے اپنے دور میں اپنی اپنی زبانوں میں انسان کو انسانیات کی معراج تک پہچانے کا کام کیا۔

زیرنظر مقالہ میں پنجابی اور سندھی زبان کے دوصوفی شعرا کی تعلیمات کو پیش کیا گیا ہے۔ صوفی، درویش، انسان دوست شعرا کی تعلیمات نہ صرف ہمیں مذہبی رواداری، برداشت، پیار ومحبت اور امن وآشتی کا درس دیتی ہیں بلکہ احترام انسانیت بھی سکھاتی ہیں۔ ان کے کلام میں موجود ایک اور خاص بات یہ ہے کہ انہوں نے نہ صرف خود انسانیت کو عزت بخشی ہے بلکہ دوسروں کو بھی اس پر عمل کرنے کا درس دیا ہے۔

بابا بُلھے شاہ:

عظیم صوفی شاعر اور صاحب کرامت بزرگ سید بُلھے شاہ کا اصل نام عبداللہ شاہ اور والد بزرگوار کا نام سخی شاہ محمد درویش تھا۔ (4) آپ کی ولادت 1091ھ/1680ء میں اُچ شریف (ضلع بہاولپور) میں ہوئی۔ (5) ابھی آپ کم عمر ہی تھے کہ والد نقل مکانی کر کے ساہیوال کے ایک گاؤں ملک وال آ گئے پھر کچھ عرصہ بعد یہاں سے قصور کے ایک گاؤں ''پانڈوکی'' چلے گئے۔ ابتدائی تعلیم گھر پر ہی حاصل کی اور بعد میں مولوی غلام مرتضٰی قصوری سے تعلیم حاصل کی۔ یہاں سے فراغت کے بعد لاہور آ گئے اور حضرت شاہ عنایت قادری کے مرید ہوگئے، آپ نے ساری عمر شادی نہیں کی۔ آپ نے کافی اٹھوارہ، بارہ ماہ، سہ حرفی، گنڈھاں اور دوہے لکھے۔

بابا بُلھے شاہ کا زمانہ پنجاب میں بڑی بدامنی کا زمانہ تھا۔ ان کا کلام سب سے پہلے مولوی انور علی روہتکی نے ''قانونِ عشق'' کے نام سے 1889ء میں شائع کیا۔ (6) 1960ء میں پنجابی ادبی اکیڈمی لاہور کی طرف سے ''کلیاتِ بُلھے شاہ'' شائع ہوئی ہے جسے ڈاکٹر فقیر محمد فقیر نے مرتب کیا ہے۔ (7) اس میں 156 کافیوں کے علاوہ گنڈھاں، سی حرفیاں، اٹھوراہ، باراں ماہ شامل ہیں۔ بُلھے شاہ کے زمانے میں پنجاب کی قومی روح کو باہمی تعصب، تنگ دلی، مذہبی منافرت، عدم برداشت، ظلم و بربریت اور قتل و غارت گری نے گھیر رکھا تھا۔ بُلھے شاہ کی شاعری کا پیغام دراصل ان تمام بیماریوں کا علاج تھا۔ انہوں نے رنجیدہ اور محروم طبقات کو نہ صرف سینے سے لگایا بلکہ مذہب اور ذات پات سے بلند ہوکر احترام آدمیت، امن و آشتی اور بھائی چارے کا درس دیا۔ انہوں نے اللہ پاک کی محبت، انسانوں کی بلاتفریق و امتیاز محبت کو اصل نیکی اور مذہب کی بنیاد قرار دیا۔ ان کی شاعری آفاقی اور پوری انسانیت کی شاعری ہے۔

نمونہ کلام:

بُلھیا کیہ جاناں میں کون
نہ میں مومن وچ مسیتاں
نہ میں وچ کفر دی ریتاں
نہ میں پاکاں وچ پلیتاں
نہ میں موسیٰ نہ فرعون
بُلھیا کیہ جاناں میں کون (8)

ترجمہ: بُلھیا کیا جانوں کہ میں کون ہوں۔ نہ میں پاک نمازی ہوں اور نہ میں اپنے آپ کو کسی خاص فرقے اور گروہ کا رکن سمجھتا ہوں۔ نہ میں نیک ہوں اور نہ ہی

میں گناہگار ہوں۔ نہ موسیٰ ہوں اور نہ ہی فرعون۔ بلھا کیا جانوں کہ میں کون ہوں۔

بُلھا کیہ جاناں میں کون
نہ وچ شادی نہ غمنا کی
نہ میں وچ پلیتی پا کی
نہ میں آبی نہ میں خا کی
نہ میں آتش نہ میں پَون
بُلھیا کیہ جاناں میں کون (9)

ترجمہ: فرماتے ہیں کہ نہ میں گناہگار ہوں اور نہ ہی بے گناہ، نہ میں خوشی میں ہوں اور نہ ہی غمی میں، نہ خاک سے ہوں نہ پانی سے، نہ آگ سے۔ بُلھیا کیا جانوں کہ میں کون ہوں۔

آپ کو انسانی حقوق کے لئے آواز بلند کرنے کی وجہ سے عالمی شہرت حاصل ہے۔ آپ نے اپنے صوفیانہ کلام میں انسانی عظمت کا سبق دیا ہے۔ آپ نے بنی نوعِ انسان کی عظمت ووقار اور عزت و احترام کے لئے آواز اُٹھائی۔ آپ نے اپنے صوفیانہ کلام کے ذریعہ انسانوں تک یہ پیغام خداوندی پہنچایا کہ مظلوموں کو تنگ نہ کیا جائے اور دنیاوی جاہ وحشمت اور اِقتدار کے لئے دوسروں کو قتل نہ کیا جائے۔ آپ نے ہمیشہ ذات پات رنگ ونسل اور فرقہ واریت کے خلاف آواز اٹھائی۔

ایک مرتبہ مسلمانوں نے اپنے گاوں کے قریب سے گزرنے والے ایک سکھ راہ گیر کو قتل کر دیا۔ انہوں نے اس سکھ کو ایک مسلمان کے قتل کے بدلے میں قتل کیا جسے کسی اور علاقے میں سکھوں نے قتل کیا تھا۔ بابا بُلھے شاہ نے اس واقعہ پر نہایت افسوس کا اظہار فرمایا اور مسلمانوں کے اس عمل پر سرعام تنقید فرمائی۔ آپ تشدد کے بدلے میں تشدد کے حامی نہ تھے۔ آپ مذہبی رواداری او رعدم تشدد کے بارے میں یوں فرماتے ہیں:

بُلھیا چھری مسلمان دی ہندو توں قربان
دُونہاں توں پانی وارپی جو کرے بھگوان (10)

ترجمہ: بلھے شاہ! تجھے قطعاً اس بات کا حق نہیں کہ تو غلاموں او رنوکروں پر ظلم کرے چاہے وہ ہندو ہی کیوں نہ ہوں۔ کیونکہ مسلمان اور ہندو دونوں اللہ پاک کی مخلوق ہیں اور کس کی عبادت کرتے ہیں یا کس کو پوجتے ہیں یہ معاملہ اللہ پاک پر چھوڑ دو۔

"بُلھے شاہ" تشدد اور انتہا پسندی کے سخت خلاف تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص آپ کی رائے سے متفق نہیں ہوتا اور تنقید کرتا ہے تو اس سے ہرگز لڑنا نہیں چاہئے بلکہ اس کو سوچنے کی مکمل آزادی دینی چاہئے۔ معاشرے میں ایسے لوگ بھی موجود ہوتے ہیں۔ جو کسی بھی طرح کی تنقید برداشت نہیں کرتے اور اپنی جھوٹی انا کو بچانے کی خاطر اَڑ جاتے ہیں۔ ان کے بقول:

بُلھیا عاشق ہویوں رب دا، ہوئی ملامت لاکھ
تینوں کافر کافر آکھدے، توں آہو آہو آکھ (11)

چونکہ زیادہ اہمیت دل اور ارادے کی ہی ہوتی ہے اس لئے ان دونوں کو نہ صرف پاک ہونا چاہئے بلکہ درست ہونا چاہئے اور جب یہ دونوں ٹھیک ہوں گے تو پھر رام (دیوتا)، رحیم (خدا) رب اور مالک حقیقی کو سمجھنا آسان ہوگا اور بُلھے شاہ اس فلسفہ کو یوں بیان کرتے ہیں:

گل سمجھ لئی تے رولا کیہ
ایہ رام رحیم تے مولا کیہ (12)

بابا بُلھے شاہ فرقہ واریت کے سخت خلاف تھے۔ آپ کے بقول کوئی بھی شخص اپنے رب کو فرقہ واریت کے راستے چل کر نہیں پا سکتا۔ اس لئے آپ نے ہمیشہ فرقہ واریت سے نفرت کی ہے:

کِتے شیعہ اے کِتے سُنی اے
کِتے جُٹا دھار کِتے مُنی اے
میری سَب توں فارغ کُنی اے
جو کہاں سو یار منیندا
مینوں عشق نچارے دیندا (13)

ترجمہ: لوگ شیعہ اور سنی فرقوں میں تقسیم ہیں۔ کچھ لوگ ہیں جو لمبے بالوں کے ساتھ ہیں اور کچھ لوگ اپنے بال منڈوا رہے ہیں۔ میں نے اپنے آپ کو ان سب سے الگ کر رکھا ہے۔ جو کچھ بھی کہتا ہوں میرا محبوب اس کو مان لیتا ہے۔" موجودہ دور میں مختلف مذاہب اور ممالک کے لوگ خدا کے وجود اور اس کی صفات کے حوالے سے ایک دوسرے سے نہ صرف شدید اختلافات کا شکار ہیں بلکہ ایک دوسرے کی جان کے دشمن بنے ہوئے ہیں ان میں سے ہر ایک کے پیروکار یہ سمجھتے ہیں کہ وہ اس طرح سے خدا کی خوشنودی حاصل کر لیں گے۔ حالانکہ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ بابا بُلھے شاہ نے اسی فلسفہ کا نہایت ہی آسان اور یقینی حل یوں بتایا ہے۔

"جب خدا تمہاری شاہ رگ کے قریب ہے تو پھر تم نے کیوں فضول میں اپنے لئے

مسائل پیدا کر رکھے ہیں''

شہ رگ تھیں رب وَس دا نیڑے
لوکاں پائے لمبیں جھیڑے
یاں کِے جھگڑے کون نبیڑے
بھج بھج عمر گوائی اے (14)

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

کِتے رام داس کِتے فتح محمد
ایہو قدیمی شور
مٹ گیا دونہاں دا جھگڑا
نِکل پیا کُجھ ہور (15)

ترجمہ: ناموں کی تقسیم پر جھگڑا ہے۔ کہیں پر رام داس ہے تو کہیں پر فتح محمد ہے اور یہ جھگڑا ازل سے چلا آ رہا ہے تمام جھگڑے ختم ہوگئے ہیں اور کوئی اور ہی ظاہر ہوا

بابا بُلھے شاہ کی فلاسفی کے مطابق نیک و بد، امیر وغریب، آقا و غلام، محبت ونفرت، دوستی اور دُشمنی یہ سب اس فانی دنیا کے حیلے بہانے ہیں۔ جبکہ حقیقت میں سب انسان ایک ہی خدا کی مخلوق ہیں اور وہی سب کا خالق و مالک ہے۔

کِتے رُومی ہو کِتے زنگی ہو
کِتے ٹوپی پوش فرنگی ہو
کِتے مے خانے وچ بھنگی ہو
کِتے مہر مہری بن وسدے ہو (16)

ترجمہ: ''بُلھے شاہ'' اللہ پاک کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اے محبوب کبھی تو آپ مجھے مولانا رومی کی صورت نظر آتے ہو۔ کبھی افریقہ کے بھدے ہونٹوں والے حبشی کی صورت میں، کہیں یورپ کے گورے کی صورت میں اور کہیں کسی سکھ کی صورت میں کہیں پیار و محبت کی صورت میں جب کہ اے میرے محبوب مجھے آپ کی صورت ہر جگہ اور ہر رنگ میں نظر آتی ہے۔''

بُلھے شاہ کا فلسفہ:

بُلھے شاہ کی صوفیانہ شاعری سے ان کا فلسفہ اور مقاصد بالکل واضح ہیں۔ انہوں نے اپنی ساری

زندگی فرقہ واریت وانتہا پسندی، تشدد، ظلم وزیادتی سے نفرت کی۔ انہوں نے مذہبی رواداری، برداشت، امن وآشتی اور پیار ومحبت کا درس دیا۔

بقول بُلھے شاہ: جو شخص چاہتا ہے کہ اس کے آس پاس پیار ومحبت، امن آشتی اور سکون ہو اُسے چاہیئے کہ وہ اِس صوفیانہ فلاسفی پر عمل کرے۔ جس نے اس صوفیانہ راز کو پالیا گویا اس نے رَب کو پالیا۔ اس راہ پر چلتے ہوئے وہ اپنے آپ کو دنیاوی آلام ومصائب سے بچا سکتا ہے۔ اس راہ پر چلتے ہوئے اس کو کسی بھی قسم کے لسانی، علاقائی اور مذہبی امتیاز سے واسطہ نہیں پڑے گا۔

جس پایا بھیت قلندر دا
راہ کھوجیا اپنے اندر دا
اوہ واسی ہے سُکھ مندر دا
جتھے کوئی نہ چڑھدی لہندی اے (17)

شاہ عبدالطیف بھٹائی:

شاہ عبدالطیف بھٹائی برصغیر کے عظیم صوفی شاعر تھے۔ آپ 1689ء میں ضلع ٹھیاری کے گاوں ہالا میں پیدا ہوئے۔ (18)

آپ کے والد کا نام سید حبیب شاہ تھا۔ آپ کے والد سندھ کے مشہور شاعر عبدالکریم (بھلڑی والے) کے پڑپوتے تھے۔ شاہ عبدالطیف بھٹائی سندھی زبان وادب وثقافت کی سب سے اہم اور نمائندہ شخصیت ہیں۔ علی نواز وفائی کے مطابق:

''لطیف سندھ آ۔ آئیں سندھ لطیف آ۔'' (19)

آج تقریباً 300 سال بعد بھی شاہ عبدالطیف بھٹائی کے امن وآشتی اور پیار ومحبت کے حوالے سے دیئے گئے تصورات قابل عمل ہیں اور میں سمجھتا ہوں موجودہ دور کے تمام مسائل بالخصوص دہشت گردی، انتہا پسندی عدم برداشت اور مذہبی منافرت جیسے تمام مسائل کو حل کرنے کے لئے شاہ صاحب کے تصورات اور خیالات مددگار ہوسکتے ہیں اور اگر یوں کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ عبدالطیف بھٹائی جیسے لوگ ہی انسانی رویوں میں مثبت تبدیلی اور ان میں پیار ومحبت کے جذبات پیدا کرنے، معاشرتی امن وسکون لانے کی آخری امید ہیں۔

شاہ عبدالطیف بھٹائی نے اپنی ساری زندگی انسان اور انسانیت سے پیار اور محبت میں گزاری اور دوسروں کو بھی یہی درس دیا کہ نہ صرف خود امن وسکون سے زندگی گزارو بلکہ دوسروں کو بھی یہ حق دو۔ اپنے کلام ''سر کلیان'' میں وہ جگہ جگہ امن وسکون اور احترام آدمیت کا درس دیتے نظر آتے ہیں۔

کلام میں کئی ایک جگہ وہ مایوسی کا اظہار بھی کرتے ہیں کہ معاشرے میں ایسے انسانوں کی کمی ہوگئی ہے جو نہ تو انسانوں سے پیار کرتے ہیں اور نہ ہی خدا سے۔ کیونکہ انسانوں سے پیار محبت کر کے گویا ہم ان کے پیدا کرنے والے سے پیار محبت کا اظہار کرتے ہیں اور جب وہ معاشرے میں بگاڑ کو دیکھتے ہیں تو چلا اُٹھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ موجودہ انسان تو جانوروں سے زیادہ خونخوار وحشی ہوگیا ہے۔

شاہ عبداللطیف بھٹائی نے انسان کے ہاتھوں انسانیت کی تذلیل کو بھی بیان کیا ہے۔ انہوں نے تقریباً 300 سال قبل ہی موجودہ حالات کو سامنے رکھتے ہوئے فرمایا کہ انسان ہی انسان کا گوشت نوچنے پر لگا ہوا ہے۔ انہوں نے معاشرے میں اس حیوانیت کو سخت الفاظ میں برا بھلا کہا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے نہ صرف انسان کے انسان کے خلاف غم وغصے کو سخت ناپسند فرمایا بلکہ انہوں نے جانوروں کے لئے بھی امن و آشتی، پیار محبت کا درس دیا ہے۔ آپ مذہبی انتہا پسندی اور فرقہ واریت کے سخت خلاف تھے۔ آپ کے بقول ہمارے مذاہب مختلف ہیں لیکن اس کے باوجود ہم سب کا ایک مشترکہ مذہب انسانیت بھی ہے۔ کیونکہ ہم سب ایک آدم کی اولاد ہیں اور ہم سب کا رَب بھی ایک ہی ہے۔ انہوں نے تمام مذاہب کے لوگوں کو آپس میں پیار محبت کا درس دیا۔ ایک دوسرے کیلئے نفرت کی بجائے محبت کے جذبات کا سبق دیا۔

شاہ عبداللطیف بھٹائی نے خداپرستی وانسان دوستی کے سنگم سے زندگی کے ہر پہلو کو صوفیانہ کلام میں ڈھالا ہے۔ شاہ صاحب کی شاعری کی مقبولیت کا ایک سبب یہ ہے کہ ان کی شاعری مذہب اور رنگ و نسل کی تفریق اور تعصب سے بلند تر ہے۔ ان کی شاعری اگرچہ ایک خاص علاقے کی زبان ضرور ہے لیکن اس میں اس قدر آفاقیت اور ہمہ گیریت ہے کہ وہ پوری انسانیت کی شاعری ہے۔

شاہ صاحب کا تمام کلام بنیاد پرستی اور انتہا پسندی کی نفی کرتا ہے۔ وحدانیت اور انسانی اقدار کی آبیاری کرتا ہے۔ موجودہ دور کی طرح اُس دور میں بھی سخت گیر علماء کی طرف سے مذہبی عدم رواداری کا ماحول پیدا کرنیکی کوشش ہوتی رہی لیکن ان صوفیا کرام نے ہمیشہ ان کوششوں کی حوصلہ شکنی فرمائی۔ سخت بنیاد پرستی کے اس دور میں شاہ صاحب نے مذہبی رواداری، انسان دوستی اور امن و آشتی کا پیغام دیا اور یہی اسلام کا پیغام ہے جسے موجودہ دور میں بھی انتہا پسندوں نے مسخ کر کے انسانی معاشرے کو بے سکونی اور عدم اطمینان سے دوچار کر دیا ہے۔ شاہ صاحب نے اپنے صوفیانہ نظریہ کے حوالے سے فرمان جاری کیا اور انتہا پسند حقیقتوں کو مخاطب ہو کر فرمایا۔ ان کے کلام ''شاہ جو رسالو'' میں سے چند اقتباسات کا ترجمہ پیش خدمت ہے:

☆ بحر و بر اور شجر سب میں سے ایک ہی صدا آرہی ہے۔

☆ یہ سب سزا کے سزاوار ہیں۔

یہ تمام کے تمام منصور ہیں بتا اے مفتی!
تو کس کس کو سولی پر چڑھائے گا (20)

''سرسارنگ'' سے چند اقتباسات:

دہقاں کیوں ہیں اپنے جھونپڑوں میں
کہو ان سے کہ میدانوں میں آئیں
بادل برستے جا رہے ہیں
چرا گاہوں میں چو پاؤں کو لائیں
''لطیف'' اللہ کی رحمت ہو ان پر
مرادیں اپنے اپنے دل کی پائیں (21)

شاہ صاحب کا سارا کلام فرقہ واریت اور تنگ نظری کے خلاف للکار اور وحدت انسانیت کی پکار ہے۔ ان صوفیا کرام کے نزدیک ہر انسان چاہے اس کا مذہب، مسلک، نسل کوئی بھی ہو۔ اس کا کسی بھی سماجی طبقے سے تعلق ہو تمام انسان ایک اللہ پاک کا کنبہ ہیں۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں:

اے میرے محبوب: تیری لاکھوں کروڑوں صورتیں ہیں۔ سب کے جی ایک دوسرے سے جڑے پڑے ہیں۔ لیکن دیدار الگ الگ ہے۔ اے میرے محبوب! میں تیری کیا کیا نشانیاں بیان کروں۔ (22)

شاہ صاحب کے نزدیک ہر چیز ایک کل کا حصہ ہے اور اپنی نفی میں اپنا اثبات ہے۔ ہر انسان جب اس کل کا جز ہے تو پھر ذات پرستی اور خودغرضی کیسی؟ کینہ، حسد، تعصب اور نفرت کیسی؟

سائیں سدائیں کریں متھے سندھ سُکار
دوست مٹھا دلدار، عالم سبھ آباد کریں (23)

ترجمہ: اے مالک! سندھ کو ہمیشہ خوشحال رکھ اے میرے دوست اے دالدار سارے عالم کو آباد رکھ۔

سر ڈھونڈوں تو دھڑ نہ پاؤں دھڑ پاؤں تو سر کہاں
جیسے سرکنڈے کٹتے ہیں کٹے ہیں ہاتھ اور انگلیاں
تن من خون افشاں، وصل جنھیں وحدت کا (24)

حقیقت یہ ہے کہ انتہا پسندی دنیا بھر کے تمام مذاہب اور معاشروں میں موجود ہے۔ عیسائی انتہا پسندی ہمیں مغرب خاص طور پر امریکہ میں نظر آتی ہے۔ یہودی انتہا پسند اسرائیل اور دیگر ملکوں میں موجود ہیں اسی طرح ہندو انتہا پسند ہندوستان میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ اس طرح اسلامی انتہا پسند موجودہ

دور میں اس حوالے سے آگے آگے ہیں۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ مذہبی انتہا پسندی کسی ایک مذہب اور کسی ایک خاص علاقہ کا مسئلہ نہیں ہے۔ دراصل یہ انسانی دماغ کی بیماری ہے۔ خاص طور پر اپنے ارض پاک کے حالات دیکھ کر دکھ ہوتا ہے کیونکہ موجودہ مذہبی اور معاشرتی انتشار، بدنظمی، بدامنی، بے سکونی، عدم برداشت کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ ہم دین اسلام کی تعلیمات اور اس کی بنیادی روح سے کنارہ کش ہو چکے ہیں۔ امن و آشتی کے حوالے سے پاکستان میں بولی جانے والی تمام زبانوں اور ان کے کلاسیکل ادب نے اہم کردار ادا کیا ہے۔

اس مختصر سی بحث سے یہ نتیجۂ سہولت اخذ کیا جا سکتا ہے کہ متذکرہ دونوں صوفیا نے ایسا لازوال ادب تخلیق کیا ہے جو موجودہ دور کے تمام مسائل کا حل ہے اور اگر یوں کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ یہ صوفیا امن و آشتی اور پیار و محبت کے پیغام بَر تھے اور ان تمام کا ایک ہی مشترک مقصد تھا کہ لوگوں کو انتہا پسندی سے بچایا جائے۔ پیار و محبت کے جذبات کو فروغ دیا جائے۔ کسی سے بھی نفرت نہ کی جائے۔ دوسروں کے بنیادی حقوق کا خیال رکھا جائے۔ دوسرں کے دکھ درد کو اپنا سمجھ کر ان کی مدد کی جائے تا کہ ہم آنے والی نسلوں کو ایک پر امن ماحول دے سکیں۔ ایک ایسا پرسکون ماحول کہ جس میں تمام انسان مل کر اپنی زندگیاں گزار سکیں۔

References:

* SST. Govt. Boys High School, Kundian, Mianwali.

1- Muhammad Saad Ullah, Hafiz- Sofiya aor Hussan-e-EKhlaq (Lahore: 1997)31.

2- Sindhi, Abdul Majeed- Pakistan mey Sufiyana Tahreek (Lahore: Sang-e-Meel Publications, 2000)30.

3- Gilani, Khurshid Ahmad, Syed- Sufiyana Tahreek Ki Laj (Lahore: Fareed Book Stal)200.

4- Hameed Ullah Hashmi- Mukhtaser Tareekh Zuban-o-Adab, Punjabi (Islamabad: Muqtadra Qaomi Zuban, 2009)170.

5- As Above, 170.

6- As Above, 172.

7- Punjabi, Arshad Ahmad- Buleh Shah ki Sooch (Lahore: Punjabi Litrature, 1982)25.

8- Buleh Shah- Kulyat-e-Buleh Shah: Dr. Faqir Muhammad Faqir (Lahore: 1970)82.

9- As Above, 82

10- As Above, 406
11- As Above, 405
12- As Above, 211
13- As Above, 305
14- As Above, 259
15- As Above, 299
16- As Above, 234
17- As Above, 281
18- Manzoor Ahmad Qnaser- Shah Abdul Latif Bhtai Hayat-o-Afkar (Karachi: Sindhika Academe, 2009)23.
19- As Above, 24
20- As Above, 113
21- Mukhtaser Tareekh Zuban-o-Adab, Sindhi (Islamabad: Muqtadra Qaomi Zuban, 2009)118.
22- As Above, 119
23- Meman, Abdul Gafoor, Sindhi- Sindhi Adab jo Mukhtaser Tareekh (Karachi: Urdu Bazar)36.
24- Tanveer Abbas- Shah Latif ji Shaeri (Karachi: Sher Chandrs Publication)11.